REVIEW OF RESEARCH
ISSN: 2249-894X
IMPACT FACTOR : 5.2331(UIF)
VOLUME - 7 | ISSUE - 3 | DECEMBER – 2017

مراٹھواڑہ کا ایک غیر معروف شاعر پنڈت یادوراؤ طرف دار گھائل

ڈاکٹر بسم اللہ خان
جی۔این۔اے کالج بارسی ٹاکلی،
اکولہ (مہاراشٹر)

پنڈت یادوراؤ طرف دار کا جنم ۱۸/اکتوبر ۱۹۲۰ء کو ہوا۔ گھائل تخلص کرتے تھے۔ انہیں مراٹھی، ہندی اور اردو تینوں زبانوں پر مہارت تھی۔ خاص طور پر انہوں نے غزل اور رباعی میں خوب طبع آزمائی کی ہے۔ اردو شاعری کی خاص صنف غزل کے بہترین انداز کو مراٹھی شاعری میں اس طرح استعمال کیا کہ مراٹھی غزل کی شعریت اور انداز بیاں کو چار چاند لگ گئے۔ غیر اردو ماحول میں رہنے کے باوجود وہ اردو پر خاصہ عبور رکھتے تھے۔

گھائل صاحب نام و نمود کی چاہت سے مبرا تھے۔ پنڈت راؤ کا مجموعہ کلام ۱۹۹۳ میں ان کے فرزند چندر کانت پنڈت راؤ طرفدار نے "رچنا" اس نام سے شائع کیا۔ "رچنا" میں پنڈت راؤ گھائل کی مراٹھی، ہندی اور اردو شاعری شامل ہے۔ اس طرح یہ مجموعہ کلام مختلف زبانوں کا ایک سنگم ہے۔ یہ کلام تین حصوں پر مشتمل ہے جس میں مراٹھی، ہندی اور اردو شاعری کے تین الگ الگ سیکشن ہیں۔ اس مجموعہ کلام کی یہ خصوصیت ہے کہ ہر غزل اور رباعی کے بعد اس غزل اور رباعی کی تخلیق کی تاریخ بھی دی گئی ہے۔

پنڈت راؤ طرف دار نے غزل اور رباعی میں خوب طبع آزمائی کی ہے۔ یہ اشعار دیکھئے۔

کچھ انوکھا ہی میرے درد کا افسانہ ہے
جس کو بھی سمجھا میں اپنا ہوا بیگانہ ہے
کیسی یہ بزم کیسا تیرا میخانہ ہے
ساقیا دیر سے خالی میرا پیمانہ ہے

گھائل کی غزلیں پڑھنے کے بعد ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے غزل کی روایتی روح کو برقرار رکھا ہے جس میں ساقی و میخانہ، شمع و پروانہ، زمانہ دیوانہ، گھر و ویرانہ اور عشق و افسانہ کا ذکر اکثر ملتا ہے۔ یہی مضامین پہلو بدل بدل کر ہماری شاعری میں اکثر آتے ہیں۔ پنڈت جی ان الفاظ کی شدت کو خوب محسوس کرتے تھے۔ اشعاروں میں یہ اشعار ملاحظہ ہوں۔

کھلا اپنے لئے تو اکثر میخانہ نہیں ہوتا
کبھی ہو مہرباں ساقی تو پیمانہ نہیں ہوتا
شمع کے سوز سے واقف نہیں ہے جو گھائل
وہ سمجھتے ہیں کہ جلتا ہے تو پروانہ ہے

شمع جلتی ہے لیکن سوز والفت جس کو کہتے ہیں
سیکھاتا کون محفل میں جو پروانہ نہیں ہوتا

محبوب کی بے اعتنائی کا ذکر کس سادگی سے کرے ہیں۔

سنا ہے محفل میں ان کی اکثر سبھی کا ہوتا ہے ذکر لیکن
وہ ہم ہی ہیں بدنصیب جن کا نہ ذکر آیا نہ نام آیا
نہ جانے کیوں اعتبار ان کا نہ جانے کیوں انتظار ان کا
نہ خود وہ آئے ہیں آج تک اور نہ ان کا کیوں پیام آیا

زندگی کے فلسفے کو پنڈت راؤ کچھ اس طرح اجاگر کرتے ہیں۔

کہ جن کی قسمت میں ڈوبنا تھا وہ لے کہ ساحل کو ساتھ ڈوبے
بچا سکی ہے نہ ان کو کشتی نہ ناخدا ان کے کام آیا
ملا ہے سب کچھ کسے جہاں میں تو پھر شکایتیں ہی کیوں کریں جی
کسی کہ حصے میں پیاس آئی کسی کے حصے جام آیا

ایک جگہ گھائل لکھتے ہیں۔

کیا خوب یہ قسمت ہے کب ڈوبتی ہے کشتی
دو چار قدم پر جب ساحل نظر آتا ہے
آمادہ ہوئے جب سے ہم ڈوبنے پہ گھائل
ہر موج میں طوفاں کی ساحل نظر آتا ہے

ان کے یہاں ایسی کئی نظمیں مل جاتی ہیں جن میں حالات حاضرہ کو بیان کیا ہے۔انہوں نے شخصی نظمیں بھی کہی ہیں۔

جیسے "چین سے"، "ہمارے دیش کی سیما سے دشمن کو ہٹادیں گے"، "پاکستان سے"، "عبدالحمید سے" "عبدالحمید سے" اس رباعی میں پنڈت راؤ شہید پرم ویر عبدالحمید سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں

کام کرتے ہیں جواں مرد نمایاں کیسے
خوں بہا دیتے ہیں میداں میں شہیداں کیسے
اپنے بلیدان سے یہ کر دیا ظاہر تم نے
دیش کے واسطے مٹتے ہیں مسلماں کیسے

اپنی غزلوں، نظموں اور رباعیات کے ذریعے پنڈت راؤ گھائل نے عام آدمی کے احساسات کو بھی رقم کیا ہے۔ان کی نظمیں "یاد"، "کبھی کسی سے پیار ہوا تھا"، "ایک حسین خواب"، "زندگی"، "بھوک کی آگ" عام آدمی کے احساسات کو ظاہر کرتی ہے۔"بھوک کی آگ" اس رباعی میں پنڈت راؤ فرماتے ہیں۔۔

نیم مضبوط ہو کتنی ہی ہلا دیتی ہے
سخت فولاد کو پل میں گلا دیتی ہے
بھوک کی آگ بھینکر ہے آدمی ہی نہیں
آدمیت کو بھی یہ آگ جلا دیتی ہے

"زندگی" اس رباعی میں انسان کے درد کو پنڈت راؤ نے بہترین انداز میں پیش کیا ہے۔

درد، دل میں ہے زباں چپ چاپ ہے
آہ بھرنا بھی یہاں پاپ ہے
جی رہے ہیں ہم بھی لیکن اس طرح
زندگی جیسے بھینکر شاپ ہے

پنڈت راؤ طرف دار گھائل کی شخصیت ان کی شاعری میں الگ الگ پہلوؤں میں جھلکتی ہے۔نظم ، غزل اور رباعی پنڈت راؤ کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں کو مختلف انداز سے پیش کرتے ہیں۔محبت اور عشق کے رنگ ان کی غزلوں سے ظاہر ہوتے ہیں۔تو ان کی نظمیں اور رباعیات ان کے سماجی ، قومی اور وطن پرستی کے جذبات کا اظہار کرتے ہیں۔اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ پنڈت راؤ کی شخصیت صرف عشقیہ جذبات کا ہی رنگ لئے ہوئے نہیں ہے بلکہ ان کی شخصیت سے عام آدمی کے احساسات ، سماجی اور سیاسی نظریات ، قومی اور بین الاقوامی حالات کے رنگ بھی نمایاں ہوتے ہیں۔

اردو کا یہ سخن ور ۲۹ر نومبر ۱۹۷۵ کو گم نامی میں ہی دارِ فانی سے کوچ کر گیا۔ انہیں اس کا احساس تھا کہ دنیا نے ان کی قدر نہ کی۔

ساقی چلے ہیں پیاسے یونہی تیری بزم سے
اس کا بھی کچھ خیال کر آئے کہاں سے ہم
رہبر کا ہے پتہ نہ تو منزل کا ہوش ہے
گھائل تلاش میں رہے بے کارواں سے ہم

☆☆☆